سنت و صنعت کے درمیان قرآنی اور عرفانی تعلق

(اسلامی تہذیب میں صنعت کی نظریاتی بنیادوں پر گفتگو)

مؤلف: حسن بلخاری قمی

مترجم: ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری

ایرانی اسلامی ثقافت کی تاریخ میں فن کے تصور کو بیان کرنے کے لئے تین اصطلاحات موجود ہیں۔ ہنر، فن اور صنعت لیکن قرآن میں صرف لفظ صنعت کا استعمال ہوا ہے۔ اس مضمون میں قرآن میں صنعت کے تصور کو تشریحی تجزیاتی طریقہ سے پرکھا گیا ہے اور سنت اور امر کے ساتھ اس کے تعلق پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ دو بنیادی تصور جس سے اس کائنات اور خالق کے درمیان تعلق پر روشنی پڑتی ہے۔ امر الٰہی کا تعلق خلقت میں ارادہ الٰہی سے ہے اور سنت، خلقت میں جاری و ساری وہ قانون ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا۔

یہ مضمون خاص طور پر محی الدین ابن عربی کے آراء پر تحقیق کرتے ہوئے صنعت کے ساتھ ان دونوں تصورات کے تعلق کو واضح کرتا ہے۔ ابن عربی اپنی کتاب میں حقیقت عالم کی وضاحت کرتے ہوئے صنعت وسنت کے درمیان تعلق کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

> بالصنعة ظهر الحق فی الوجود۔ ان کے نقطہ نظر سے اس کائنات میں سنت اور امر الٰہی کے ظہور کو صنعت کہا جاتا ہے۔

فن کی دنیا میں یہ مفہوم بہت ہی جانا پہچانا سا ہے۔ جب تصورات اور خیالات کسی خاص شکل و صورت میں ابھر کر سامنے آتے ہیں تو فن کا ظہور ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ

پوشیدہ معنی جب محسوس کی جانے والی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تو اسے فن کہتے ہیں۔ اور یہ تعبیر سید حیدر آملی کی ہے جو کہ ابن عربی کے سب سے بڑے مفسر ہیں۔ آپ اپنی کتاب جامع الاسرار و ماخذ الانوار میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

فان الخیال ینزل المعانی العقلیه فی القوالب الحسیه۔

ترجمہ: تخیل، معانی عقلی کو محسوس کی جانے والی شکلوں میں بیان کرتا ہے۔

چنانچہ اس مضمون میں اسلامی تہذیب میں صنعت کے فنی تصور پر بھی غور کیا گیا ہے۔ ایک ایسا تصور جو اس ثقافت میں صنعت کو ایک نیا اور تازہ معنی و مفہوم عطا کرتا ہے یا دوسرے لفظوں اس کے بطن سے ایک نیا مفہوم نکالتا ہے۔

کلیدی الفاظ: قرآن، روایت، فن، اسلامی تصوف، اسلامی فن

لفظ صنعت کا اپنے فنی معنوں میں اسلامی متون میں ظاہر ہونا

تحریک ترجمہ کے دوران جب عربی زبان اسلامی تہذیب کی علمی زبان بن گئی اسی وقت سے لفظ صنعت کی اصطلاح بھی اپنے فنی مفہوم میں رائج ہوئی۔ لفظ صنعت یونانی لفظ Techne کا ترجمہ ہے جو کہ اسی دور میں ارسطو کی بوطیقا اور دوسرے یونانی فنی متون کے عربی ترجمہ کے ذریعہ اسلامی دنیا میں رائج ہوا۔

یونانی زبان میں صنعت اور طبیعت دو متضاد اصطلاح ہیں۔ طبیعت میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کی تخلیق میں انسانوں کا کوئی کردار نہیں ہے۔ اسی لئے ہم پہاڑوں، سمندروں، میدانوں اور جنگلوں کو طبیعت کہتے ہیں کیونکہ انسانوں نے ان کی تخلیق میں کوئی کردار ادا نہیں کیا ہے۔ اس کے بالکل برخلاف صنعت ہر وہ چیز ہے جس کی تخلیق میں انسانوں نے کردار ادا کیا ہے۔ چاہے وہ شاعری اور ڈرامہ جیسے نظریاتی میدان ہوں یا زرعی آلات اور فن تعمیر جیسے عملی میدان۔

اس نکتہ کا ذکر بھی ضروری ہے کہ اسلامی تہذیب کے مطابق انسان زمین پر خلیفۃ اللہ ہے لہٰذا اللہ تعالٰی نے اسے صنعت کی صلاحیت عطا کی ہے جس کے بارے میں ہم بعد میں گفتگو کریں گے۔

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے، فن کے میدان میں بڑے پیمانے پر لفظ صنعت کا استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ابو اسحاق کندی نے موسیقی کے موضوع پر اپنے رسالے میں صنعت کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ انھوں نے اس موضوع پر دو کتابیں تحریر کی ہیں: "مختصر الموسیقی فی تالیف النغم و الصنعۃ العود" اور "المصوتات الوتریہ من ذات الوتر الواحد الی ذات العشرۃ الاوتار"۔ مؤخر الذکر رسالہ میں آپ موسیقی کے بارے میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

واذا کان عامۃ اھل دھرنا من مستعملی ھذہ الصناعۃ الموسیقیۃ۔

ترجمہ: اور عام طور پر ہمارے دور کے لوگ اس فن موسیقی کے استعمال کرنے والوں میں سے ہیں[1]۔

اخوان الصفا نے صنعت کو ایک امر کلی مانا ہے اور اسے صنعت علمی اور عملی میں تقسیم کیا ہے اور اپنے پانچویں مقالے میں موسیقی کے لئے صنعت کی اصطلاح استعمال کی ہے:

فنرید ان نذکر فی ھذا الرسالۃ الملقبۃ بالموسیقی الصناعۃ المرکبۃ من الجسمانیۃ والروحانیۃ ۔

ترجمہ: ہم اس رسالہ میں اس فن موسیقی کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں جو جسمانیت اور روحانیت پر مشتمل ہے[2]۔

فارابی کی تصانیف میں بھی لفظ صنعت کو علمی اور فنکارانہ معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر آپ اپنی کتاب "احصاء العلوم" میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

و ینقسم علم الموسیقی النظری إلی أجزاء عظمی خمسۃ. أولها: القول في المبادی الأوائل التی شأنها أن تستعمل في استخراج ما في هذا العلم وکیف الوجه فی استعمال تلك المبادي و بأي طریق تستنبط هذه الصناعة ۔

۱۔ الکندی، ابو یوسف یعقوب بن إسحاق، مؤلفات الکندی الموسیقیۃ، ص ۲

۲۔ مجموعۃ من المؤلفین، رسائل اخوان الصفاء وخلان الوفاء (ج ۱)، ص ۱۸۳

ترجمہ: نظریاتی علم موسیقی کو پانچ بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے ان اصولوں کے بارے میں کہنا ہے جو اس سائنس میں موجود چیزوں کو نکالنے میں استعمال ہوں گے اور ان اصولوں کو کس طرح استعمال کیا جائے اور یہ صنعت کس طریقہ سے اخذ کی گئی ہے۔[1]

اس کے علاوہ انھوں نے منطق سے متعلق اپنے رسالہ میں شاعری اور مصوری کے لئے صناعت کا لفظ استعمال کیا ہے:

وذلك أن موضوع هذه الصناعة الأقاويل وموضوع تلك الصناعة الاصباغ۔

ترجمہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اس صنعت کا موضوع سنی سنائی باتیں ہیں اور ان دستکاریوں کا موضوع رنگ سازی ہے[2]۔

ابن خلکان نے اپنی کتاب میں صناعت کی اصطلاح استعمال کی ہے جس سے علمی اور عملی موسیقی میں فارابی کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے:

و رأيت في بعض المجاميع أن أبا نصر لما ورد على سيف الدولة وكان مجلسه مجمع الفضلاء في جميع المعارف فأدخل عليه وهو بزى الأتراك.فأمر سيف الدولة بإحضار القيان، فحضر كل ماهر في هذه الصناعة بأنواع الملاهی۔

ترجمہ: اور میں نے بعض مجموعوں میں دیکھا کہ جب ابو نصر سیف الدولہ کے پاس آئے اور ان کی مجلس اہل علم کی مجلس تھی، تو وہ ان کے پاس اس وقت داخل ہوئے جب وہ ترک لباس پہنے ہوئے تھے.... چنانچہ سیف الدولہ نے قایان کو لانے کا حکم دیا، اور اس فن میں مہارت رکھنے والے ہر قسم کی تفریح کے ساتھ حاضر ہوئے[3]۔

۱- فارابی، محمد بن محمد، احصاء العلوم، ص۶۱
۲- فارابی، محمد بن محمد، المنطقیات، ص۴۹۹
۳- ابن خلکان، احمد بن محمد ، وفیات الأعیان وابناء الزمان (ج ۵)، ص ۱۵۵

صنعت قرآن میں

لفظ صنعت قرآن میں ۱۷ بار، اورزیادہ تر "یصنعون" کی صورت میں استعمال ہوا ہے، جس کا اصل مطلب انسانی اعمال اور کاموں کو انجام دینا ہے۔ مثال کے طور پر:

الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا۔

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔[1]

❖

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ۔

ترجمہ: اور ان کافروں پر ان کے کرتوت کی بنا پر ہمیشہ کوئی نہ کوئی مصیبت پڑتی رہے گی[2]۔

❖

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

ترجمہ: اور یہی وہ ہیں جن کے لئے آخرت میں جہنم کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور ان کے سارے کاروبار برباد ہوگئے ہیں اور سارے اعمال باطل وبے اثر ہوگئے ہیں[3]۔

❖

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ۔

ترجمہ: پیغمبر آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں کہ یہی زیادہ پاکیزہ بات ہے اور بیشک اللہ ان کے کاروبار سے خوب باخبر ہے۔[4]

۱۔ سورہ کہف، آیت ۱۰۴

۲۔ سورہ رعد، آیت ۳۱

۳۔ سورہ ہود، آیت ۱۶

۴۔ سورہ نور، آیت ۳۰

ان آیتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی منطق میں لفظ صنع کا مطلب عمل کرنا ہے۔ راغب نے مفردات میں لفظ صنع کو عمل معنی کیا ہے[۱]۔ان کے نقطہ نظر کے مطابق، کسی عمل کو صحیح طریقے سے انجام دینے کو صنع کہا جاتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ہر صنع ایک عمل ہے لیکن ہر عمل صنع نہیں ہوتا جب تک کہ اسے صحیح طریقے سے انجام نہ دیا جائے۔

البتہ راغب کا یہ کہنا کہ ہر صنع ایک شائستہ فعل ہے، قرآنی منطق کے اعتبار سے درست نہیں ہے کیونکہ قرآن میں لفظ صنع کو کافروں کے عمل کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ایسے افعال جو حبط ہو جاتے ہیں اور فی نفسہ باطل ہیں۔ارشاد ہوتا ہے:

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

ترجمہ: اور ان کے سارے کاروبار برباد ہوگئے ہیں اور سارے اعمال باطل و بے اثر ہوگئے ہیں[۲]۔

اس مضمون میں ہمارا مقصد لفظ صنع کے اس معنی کی طرف توجہ دینا ہے جو بنانے کے مفہوم میں ہے نہ کہ عمل کرنے کے مفہوم میں۔قرآن میں لفظ صناعت دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں پر ہم ان آیات کا تذکرہ کریں گے جن میں لفظ صنع بنانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ۔

ترجمہ: اور ہم نے انہیں زرہ بنانے کی صنعت تعلیم دے دی تاکہ وہ تم کو جنگ کے خطرات سے محفوظ رکھ سکے تو کیا تم ہمارے شکر گزار بندے بنو گے۔[۳]

اس آیت میں حضرت داؤود کو زرہ بنانے کی تعلیم دینے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کا فاعل خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اسی آیت سے یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی تمدن میں مختلف فنون کو اولیاء اللہ یا حق تعالیٰ کی ذات سے منسوب کرنا مستند اور مستدل ہے۔

۱- الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، ص ۴۹۳

۲-سورہ ہود، آیت ۱۶

۳-سورہ انبیاء، ص ۸۰

فَأَوۡحَيۡنَا إِلَيۡهِ أَنِ اصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِأَعۡيُنِنَا وَوَحۡيِنَا۔

ترجمہ: تو ہم نے ان کی طرف وحی کی کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے اشارہ کے مطابق کشتی بناؤ ۔[1]

اس آیت میں حضرت نوح کے ذریعہ کشتی تعمیر کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہاں پر دلچسپ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باعیننا (ہماری نگاہ کے سامنے) اور وحینا (ہمارے اشارہ کے مطابق) کے ذریعہ تاکید کرتے ہوئے کشتی بنانے کے عمل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور یہ بہت اہم ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے نہ صرف خیال اور معنی بلکہ اس کی شکل و صورت بھی الٰہی منشاء کی حامل ہے۔

وَأَلۡقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلۡقَفۡ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيۡدُ سَاحِرٍ وَّلَا يُفۡلِحُ السَّاحِرُ حَيۡثُ أَتَىٰ۔

ترجمہ: اور جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو یہ ان کے سارے کئے دھرے کو چن لے گا ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ صرف جادوگر کی چال ہے اور بس اور جادوگر جہاں بھی جائے کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔[2]

قرآن مجید میں صنعت کے لئے ایک اور آیت بھی موجود ہے جس کا فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے:

وَتَرَى الۡجِبَالَ تَحۡسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنۡعَ اللّٰهِ الَّذِي أَتۡقَنَ كُلَّ شَيۡءٍ ۚ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفۡعَلُونَ۔

ترجمہ: اور تم دیکھو گے تو سمجھو گے کہ جیسے پہاڑ اپنی جگہ پر جامد ہیں حالانکہ یہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اس خدا کی صنعت ہے جس نے ہر چیز کو محکم بنایا ہے اور وہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے[3]۔

۱۔ سورہ مؤمنون، آیت ۲۷
۲۔ سورہ طہ، آیت ۶۹
۳۔ سورہ نمل، آیت ۸۸

اس آیہ کریمہ میں صنعت کے لئے اتقن کی صفت استعمال ہوئی ہے۔اتقن یعنی ایسی صنعت جو مضبوط و محکم ہو۔ان ساری آیتوں کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے نقطہ نظر سے صنعت ، بنانے اور ظاہر کرنے کے معنی میں ہے اور ایسی صفت ہے جو بالذات اللہ تعالیٰ سے منسوب ہے اور زمین پر خلیفۃ اللہ ہونے کی بنیاد پر انسان اس صفت کا مالک ہو سکتا ہے۔دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ صنعت ایک الٰہی امر ہے اور خلقت میں امر الٰہی کے ظہور کو ہی صنعت کہتے ہیں۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ امر الٰہی کیا ہے؟

سنت کا تصور اور امر سے اس کا تعلق

سنت قرآن کے بنیادی تصورات میں سے ایک ہے۔سنت وہ چیز ہے جو تبدیل نہیں ہوتی ہے اور ابدی ہے۔قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس معنی کی حقیقت اور عمومیت کے باعث روایت پسندی کا ظہور ہوا جس کے ذریعہ اس کائنات کی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔

سنت کا لفظ قرآن میں کئی بار استعمال ہوا ہے اور راغب اصفہانی نے اس کا اصل معنی بہنا بتایا ہے۔ مثال کے طور پر سَنَنتُ الماءَ کا معنی ہے پانی کو بہایا یا بہنے دیا اور اس بہاؤ سے طریقت اور روش تک پہنچا ہے۔اور پھر انھوں نے سنت خدا اور سنت نبی کے بارے میں گفتگو کی ہے اور اسے روش اور طریقت کے معنی میں لیا ہے۔

سنۃ النبی: پیغمبر اکرمؐ کا طریق کار اور سنۃ اللہ کا دو طرح سے معنی کیا جاتا ہے: ایک خدا کی حکمت کا طریقہ اور دوسرا اطاعت کا طریقہ[1]۔لہٰذا سنت لغوی طور پر طریقہ اور روش کے معنی میں ہے لیکن قرآن کریم کی اصطلاح میں قانون کے معنی میں ہے جو کائنات میں پائیدار، مسلسل اور قائم و دائم ہے۔ایک ایسی چیز جسے کسی بھی طرح تبدیل نہیں کیا جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کے تین سوروں میں سنت کے اس معنی کو پیش کیا ہے:

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلا۔

۱۔ مفردات الفاظ القرآن، ص۴۲۹

ترجمہ: جو (ایسے لوگ) ان سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے اور آپ اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے[۱]۔

❖

سُنَّةَ مَن قَدۡ أَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحۡوِيلًا۔

ترجمہ: یہی ہمارا دستور رہا ہے ان رسولوں کے بارے میں جنہیں ہم نے پہلے بھیجا ہے اور آپ ہمارے اس دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔[۲]

❖

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبۡدِيلًا۔ ترجمہ: یہی اللہ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے اور تم اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔[۳]

اور سورہ غافر میں ایک بار پھر اللہ کی سنت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس میں تبدیلی ہونے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ہے:

فَلَمۡ يَكُ يَنفَعُهُمۡ إِيمَانُهُمۡ لَمَّا رَأَوۡا بَأۡسَنَا سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدۡ خَلَتۡ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الۡكَافِرُونَ۔

ترجمہ: پس ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ یہی اللہ کا طریقہ ہے جو (ہمیشہ سے) اس کے بندوں میں جاری ہے اور اس وقت کافر لوگ خسارے میں رہ گئے[۴]۔

قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں سنت الٰہی کو اللہ تعالٰی کے امر مقدور کے مترادف قرار دیا گیا ہے:

مَّا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنۡ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوۡا مِن قَبۡلُ وَكَانَ أَمۡرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقۡدُورًا۔

۱- سورہ احزاب، آیت ۶۲
۲- سورہ اسراء، آیت ۷۷
۳- سورہ فتح، آیت ۲۳
۴- سورہ غافر، آیت ۸۵

ترجمہ: اس کام کے کرنے میں نبی پر کوئی مضائقہ نہیں ہے جو خدا نے ان کیلئے مقرر کیا ہے جو لوگ (انبیاء) اس سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی خدا کا یہی معمول رہا ہے اور اللہ کا حکم حقیقی اندازے کے مطابق مقرر کیا ہوا ہوتا ہے[1]۔

اور صنعت کے تعلق سے اسی معنی کی ہمیں تلاش تھی یعنی سنت، امر مطلق الٰہی ہے جو مقدور کے تناسب سے ایک حد تک اس دنیا میں مقرر ہوتی ہے لیکن کبھی تبدیل نہیں ہوتی ہے۔ اگرچہ سنت اللہ کی اصطلاح جو کہ صراحت کے ساتھ سنت الٰہی کی بات کرتی ہے اور سنت کو براہ راست اللہ تعالیٰ سے منسوب کرتی ہے، ذات الٰہی میں تبدیلی نہ ہونے کی وجہ سے اس میں بھی تبدیلی نہیں ہوگی لیکن یہاں پر اس صفت کی طرف اشارہ کرنا ایک طرح کی تاکید ہے کہ کائنات میں امر الٰہی غیر قابل تغییر ہے۔

قرآن مجید میں سنت اللہ کا استعمال بہت محدود ہے اور اس کی تعداد ہاتھ کی انگلیوں کے برابر بھی نہیں ہے، لیکن جن آیات کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں، ان میں سے یہی آیت سنت کی حقیقت کو واضح کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس آیہ شریفہ کے مطابق یہ سنت الٰہی ہی ہے جو ہمیشہ سے اس کائنات میں جاری و ساری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی اور یہی امر خدا ہے جو کائنات میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر و تدبیر کے ذریعہ جاری ہوتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ امر کے حوالے سے قرآن میں سنت کی حقیقت کا مطالعہ کیا جائے۔ قرآن مجید میں مفہوم امر کی تفسیر و تحلیل سے مندرجہ ذیل معانی حاصل ہوتے ہیں:

۱. امر، مطلق طور پر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے:

قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ۔ ترجمہ: کہہ دیجیے ہر امر کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔[2]

۲. حکم کے مترادف ہے جو مکمل طور پر اس کی ذات سے وابستہ ہے:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ۔

۱- سورہ احزاب، آیت ۳۸

۲- سورہ آل عمران، آیت ۱۵۴

ترجمہ: حکم وحکومت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے، اسی نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی دینِ مستقیم (سیدھا دین) ہے۔[۱]

۳. اس امر کی ذات حکمت الٰہی سے وابستہ ہے اور اسی کی طرف سے صادر ہوتا ہے:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ۔

ترجمہ: اس (رات) میں ہر حکمت والے معاملہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے (خاص) حکم سے بے شک ہم ہی (ہر کتاب اور رسول کے) بھیجنے والے ہیں۔[۲]

۴. دنیا میں قائم ودائم ہے:

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ۔ ترجمہ: اور انہوں نے رسول کو جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر اور ثابت ہے۔[۳]

۵. اس کا حکم اور امر اوپر سے صادر ہوتا ہے اور ساتوں آسمانوں اور زمین سے پوری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے:

اللّٰهُ الَّذِى خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور انہی کی طرح زمین بھی ان کے درمیان حکم (خدا) نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ نے ہر چیز کا (علمی) احاطہ کر رکھا ہے۔[۴]

۶. کائنات میں جاری ہونے والا یہ امر وہی اس کی خلقت ہے:

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ

۱۔ سورہ یوسف، آیت ۴۰
۲۔ سورہ دخان، آیت ۴-۵
۳۔ سورہ قمر، آیت ۳
۴۔ سورہ طلاق، آیت ۱۲

مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔

ترجمہ: بے شک تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش کی جانب متوجہ ہوا (اور کائنات کے اقتدارِ اعلیٰ پر قابض ہوا) جو رات سے دن کو ڈھانپ لیتا ہے کہ اسے تیزی کے ساتھ جا پکڑتی ہے۔ اور جس نے سورج، چاند اور ستاروں کو پیدا کیا۔ کہ وہ سب طبعی طور پر اس کے حکم کے تابع ہیں خبردار! پیدا کرنا اور حکم دینا اس سے مخصوص ہے۔ بابرکت ہے اللہ جو عالمین کا پروردگار ہے۔[1]

دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ امر، خلق اور سنت کے درمیان ایک نسبت ذاتی پیدا ہو جاتی ہے۔ امر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے، خلق اس ارادہ کا ظہور ہے اور سنت اس ظہور میں نافذ ہونے والا قانون ہے اور جیسا کہ بعد میں بتایا جائے گا صنعت اس ظہور کا تحقق عینی ہے۔

۷. خلق اور امر کے درمیان تعلق کو صفت بدیع کے ذریعہ ظاہر کیا جارہا ہے:

بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ۔

ترجمہ: (وہی) آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ تو اسے بس اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔[2]

۸. ایسا امر جس کے ذریعہ امور عالم کی تدبیر کی جاتی ہے جو آسمان سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور اسی کی طرف واپس جاتا ہے:

يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ۔

۱۔ سورہ اعراف، آیت ۵۴ ۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۱۷

ترجمہ: وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر معاملہ کی تدبیر کرتا ہے اور پھر ہر معاملہ اس کی بارگاہ میں اس دن پیش ہوگا جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہوگی۔[۱]

❖

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ ترجمہ: جب میں اسے تیار کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔[۲]

❖

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ ترجمہ: بے شک ہم صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔[۳]

۹. سارے امور اسی کی طرف پلٹتے ہیں:

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔

ترجمہ: تاکہ اللہ اس امر کو پورا کرے جسے پورا ہونا ہی تھا۔ اور تمام معاملات کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے۔[۴]

❖

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ۔

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کا علم غیب اللہ ہی سے مخصوص ہے اور اسی کی طرف تمام معاملات کی بازگشت ہے تو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ کریں اور تمہارا پروردگار اس سے غافل نہیں ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو۔[۵]

۱- سورہ سجدہ، آیت ۵

۲- سورہ ص، آیت ۷۲

۳- سورہ بقرہ، آیت ۱۵۶

۴- سورہ انفال، آیت ۴۴

۵- سورہ ہود، آیت ۱۲۳

اور نہ صرف تمام معاملات کی بازگشت اسی کی طرف ہے بلکہ تمام کاموں کا انجام بھی اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے۔

وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ۔ ترجمہ: اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے ہاتھ (اختیار) میں ہے۔[1]

۱۰. اور یہ ارادہ اور امر اس کے قول سے اس کائنات میں محقق ہوتا ہے:

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اس کا معاملہ تو بس یوں ہے کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ (فوراً) ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔[2]

۱۱. امر الٰہی چشم زدن میں ظاہر ہوتا ہے:

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۔ ترجمہ: اور ہمارا حکم نہیں ہوتا مگر یہ کہ ایک آنکھ جھپکنے میں واقع ہو جاتا ہے۔[3]

۱۲. اس کے حکم سے روح اور فرشتے نازل ہوتے ہیں:

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ۔

ترجمہ: اس میں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کی اجازت سے (سال بھر کی) ہر بات کا حکم لے کر نازل ہوتے ہیں۔[4]

❖

۱- سورہ حج، آیت ۴۱

۲- سورہ یٰس، آیت ۸۲-۸۳

۳- سورہ قمر، آیت ۵۰

۴- سورہ قدر، آیت ۴

وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔

ترجمہ: (اے رسول) ہم (فرشتے) آپ کے پروردگار کے حکم کے بغیر (زمین پر) نازل نہیں ہوتے جو کچھ ہمارے آگے ہے یا جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کچھ اسی کا ہے اور آپ کا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے۔[۱]

❖

ذَٰلِكَ أَمْرُ اللَّهِ أَنزَلَهُ إِلَيْكُمْ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا۔

ترجمہ: یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف نازل کیا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دیتا ہے اور اس کے اجر کو بڑا کرتا (بڑھاتا) ہے۔[۲]

عرفان اسلامی میں صنعت کا مقام

ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے باب ۳۷۳ میں "فی معرفة منزل ثلاثة اسرار ظهرت فی الماء الحکمی المفضل" کے اہم موضوع پر گفتگو کی ہے۔ انہوں نے اس باب میں حق کے ظہور کی کیفیت کے بارے میں بتایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دنیا کتاب الٰہی ہے اور اس کتاب کے الفاظ کی ترتیب، اس کائنات کے موجودات کی طرح ہے۔ ایک ایسی کتاب جو حق کی طرف سے نازل ہوئی ہے اور پھر حکمت کے ساتھ اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ایسی تفصیل جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکمت اور فصل الخطاب عطا فرمایا ہے[۳]۔

ابن عربی کے نقطہ نظر سے حضرت حق کے پاس دنیا کے ان تمام امور کا تفصیلی علم ہے جن کا تعلق خدا کے حکم سے ہے۔ اور اسی علم تفصیلی اور اجمالی کے موضوع پر ملا صدرا اور ابن عربی میں

۱- سورہ مریم، ۶۴

۲- سوہ طلاق، ۵

۳- ابن عربی، شیخ اکبر، محی الدین محمد بن علی، فتوحات مکیہ (ج ۳)، ص ۴۵۵

اختلاف پایا جاتا ہے۔ حکیم اور فصل الخطاب وہ شخص ہے جو اجمال کے ساتھ ساتھ تفصیل کو علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے ذریعہ معلوم کر سکے[۱]۔

فلاسفہ فصل الخطاب کا مصداق نہیں ہیں کیونکہ اجمال میں تفصیل کے بارے میں نہیں جانتے ہیں۔ فصل الخطاب کی مالک ذات اس شخص کی طرح ہے جو ایک کتاب کے الفاظ کو دیکھ کر اس کے معانی اور حقیقت کو جان لیتا ہے اور اس کائنات کو دیکھ کر تمام موجودات کی حقیقت کو سمجھ لیتا ہے لیکن شیخ اکبر کے قول کے مطابق یہ طاقت حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ یعنی وہی آتیناہ الحکمۃ نیز یہ کہ یہ حکمت خیر کثیر ہے۔

یہاں پر ابن عربی کی فتوحات پر گفتگو کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ہمیں اس نتیجہ سے سروکار ہے جو انہوں نے اس سے حاصل کیا ہے۔ آپ حضرت آدم کو پہلا انسان تسلیم کرتے ہیں لیکن انہیں حضرت پیغمبر اکرمؐ کا وارث مانتے ہیں کیونکہ جب آدم آب و گل کے درمیان تھے اس وقت حضرت محمدؐ پیغمبر تھے۔ جناب آدم اور پیغمبر اسلامؐ میں دوسرا فرق یہ ہے کہ آدم عالم اسماء تھے لیکن حضرت پیغمبر اکرمؐ صاحب جوامع الکلم تھے۔ الفاظ ختم نہیں ہوتے اور ان کا جوہری وجود ختم نہیں ہوتا اگرچہ شکل و صورت میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس تبدیلی کی وجہ بھی یہ ہے کہ کائنات اپنے کمال کی طرف بڑھ رہی ہے۔

ابن عربی کی تعبیر کے مطابق زندگی کائنات کا جوہر ہے اور موت ایک تبدیلی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس دنیا میں آنے اور اس تبدیلی کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسانوں کو آزمایا جاسکے کہ ان میں سے کون زیادہ اچھے اعمال انجام دیتا ہے۔

شیخ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے اور حق اس صنعت کے ذریعہ اس کائنات میں ظاہر ہوا ہے۔ ابن عربی کے نظریہ کے مطابق یہ کائنات صنعت الٰہی ہے کیونکہ جس

۱۔ فتوحات مکیہ (ج ۳)، ص ۴۵۶

طرح ایک بُننے والے کا علم اس کے بُنے ہوئے مصنوعات میں ظاہر ہوتا ہے بالکل اسی طرح علم الٰہی، صنع الٰہی ہے یعنی اس کائنات کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں کہا جائے کہ ابن عربی کے قول کے مطابق حق، عین مطلق علم ہے اور اس علم کا تحقق اس کائنات کے ظہور کے ذریعہ ہوتا ہے لہٰذا اس کائنات کو صنعت الٰہی کہا جاسکتا ہے کیونکہ صنعت میں علم کی ساجھے داری ہوتی ہے اور فن کی فلسفیانہ بنیادوں کی وضاحت میں اسی مفہوم کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے۔ یعنی جب کوئی خیال یا تصور شکل وصورت میں اختیار کرتا ہے تو ایک فنی شہ پارے کا ظہور ہوتا ہے۔

ابن عربی نے صنعت کے اس تصور کو فتوحات کے باب ۳۸۵ میں بھی دہرایا ہے۔ اس باب میں سورہ فصلت کی آیت نمبر ۵۳ کا حوالہ دیتے ہوئے اس حقیقت الٰہیہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دنیا کا ہر جز آیات الٰہی کا ایک حصہ ہے اور اس کا وجود خدا کے وجود پر مبنی ہے اور دنیا کی کسی چیز کو حقیر سمجھنا جائز نہیں کیونکہ ہر چیز جو موجود ہے وہ اس کے ہاتھوں بنائی گئی ہے اور اسی نے اپنی صنعت سے اسے خلق کیا ہے۔[1]

۱۔ فتوحات مکیہ (ج ۳)، ص ۴۲۸

منابع و مآخذ

قرآن کریم

- آشتیانی، سید جلال الدین، منتخباتی از آثار حکمای الہی، دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ، قم، ۱۳۷۸ش
- آملی، سید حیدر، جامع الأسرار و منبع الأنوار، مرکز انتشارات علمی و فرہنگی، تہران، ۱۳۶۸ش
- ابن خلکان، احمد بن محمد، وفیات الأعیان وابناء الزمان، محقق: إحسان عباس، دار صادر، بیروت
- ابن عربی، شیخ اکبر، محی الدین محمد بن علی، فتوحات مکیہ، ترجمہ: محمد خواجوی، نشر مولی، تہران، ۱۳۷۸ش
- اصفہانی، ابوالفرج، الأغانی، تحقیق: علی بن حسین، دار إحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ق
- الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، تحقیق: صفوان عدنان داوودی، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۶ق
- الکندی، ابو یوسف یعقوب بن إسحاق، مؤلفات الکندی الموسیقیة، تحقیق: زکریا یوسف، مطبعة شفیق، بغداد، ۱۹۶۲م
- بلخاری قہی، حسن، فلسفہ ہنر اسلامی، انتشارات علمی و فرہنگی، تہران، ۱۳۹۲ش
- فارابی، محمد بن محمد، احصاء العلوم، دار ومکتبة الہلال، بیروت، ۱۹۹۶م
- فارابی، محمد بن محمد، المنطقیات، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۸ق
- شمس الدین آملی محمد بن محمود،، نفائس الفنون فی عرائس العیون، تصحیح: ابوالحسن شعرانی و ابراہیم میانجی اسلامیہ، تہران، ۱۳۸۱ش
- مجموعة من المؤلفین، رسائل اخوان الصفاء وخلان الوفاء، الدار الاسلامیة، بیروت، ۱۴۱۲ق